تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

وصالُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـــًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ (آل عمران:145)

محمد نہیں ہے مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(قصیدہ حسان بن ثابت)

اے خدا کے پیارے رسول! تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "وصالُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اُس سال ہوئی جب خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا اور جو سال فیل کہلاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق یہ سن 571ء تھا اور 20 اپریل اور اسلامی کیلنڈر کے مطابق 9 ربیع الاوّل کی تاریخ تھی۔ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ تاریخ 12 ربیع الاوّل بنتی ہے۔ ہاں ہاں وہی ماہ ربیع الاوّل جس میں 63 برس پہلے نبی رحمت کی ولادتِ باسعادت کی وجہ سے اس جہانِ رنگ و بو میں بہار آئی تھی مگر اب کا ماہ ربیع الاوّل مژدہ بہار نہیں بلکہ پیغامِ خزاں لے کر آیا تھا۔ اس ماہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تھے۔

سامعین! پچیس ذیقعد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ اس حج میں آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان اور آپؐ کی ازواج مطہرات بھی شامل تھیں۔ وہ مکہ جس کی وادیوں سے یہ آواز آئی تھی کہ اللہ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اُس کے رسول ہیں اور پھر آپؐ کو انہی وادیوں میں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آج اُسی مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہزاروں پرستاروں کے ساتھ حج کے لیے تشریف لا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی وفات کے اشارے بھی مل چکے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ "جبریل ہمیشہ رمضان میں ایک مرتبہ مجھ سے قرآن شریف کا دَور کیا کرتے تھے لیکن اِس سال دو مرتبہ کیا اور مَیں جانتا ہوں کہ یہ اِس لیے ہوا ہے کہ میری وفات قریب ہی ہونے والی ہے۔"

(بخاری فضائل القرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی بھی ہو چکی تھی کہ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ (المائدہ:4) یعنی آج مَیں نے دین تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس موقع پر اپنی اونٹنی نمرہ پر سوار کر خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں آپؐ نے فرمایا کہ میری باتوں کو غور سے سنو کیونکہ میں

نہیں جانتا کہ اِس سال کے بعد پھر بھی اس موقع پر تم سے مل سکوں گا یا نہیں اور اس کے بعد آپؐ نے تمام لوگوں کو وہ نصیحتیں فرمائیں جو آج بھی مسلمانانِ عالم کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس خطبہ کے آخر میں سب سے پوچھا کہ اللہ کو گواہ رکھ کر بتاؤ کہ کیا مَیں نے اللہ کا پیغام پوری دنیا کو پہنچا دیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔" پھر آپؐ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار دہرایا کہ "اے خدا! گواہ رہنا مَیں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے"

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس تشریف لائے تو مسلسل محنت اور تھکان سے محرم کے مہینے میں آپؐ کو بخار ہو گیا۔ لیکن اِس حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقاتیں جاری رکھیں۔ اسی دوران نخع از یمن سے بھی ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آیا تھا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے والا آخری وفد تھا۔ ابھی طبیعت خراب ہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع کے قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں کے مدفون مسلمانوں کے لیے دُعا فرمائی اور پھر مقام اُحد پر تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ واپس تشریف لائے تو آپؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ حضرت اُسامہؓ آپؐ کے پاس ٹھہر گئے تھے۔

سامعین! جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باقی ازواج مطہرات سے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رہنے کی اجازت چاہی۔ روایت میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے تو کمزوری کی وجہ سے اپنی ٹانگوں پر پورا بوجھ نہ ڈال سکتے تھے۔ آپؐ نے دو صحابہ کا سہارا لیا ہوا تھا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت فاطمہؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دفعہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخار کی شدت سے بیہوش ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ کے منہ سے نکلا "اُف! میرے باپ کی تکلیف" آپؐ نے فرمایا تیرے باپ کو اس کے بعد تکلیف نہ ہو گی۔

(صحیح بخاری)

جب آپؐ علیل تھے تو ایک دن حضرت فاطمہؓ خبر گیری کے لئے تشریف لائیں۔

رسول کریمؐ نے نہایت شفقت سے آپؓ کو اپنے پاس بٹھایا اور کان میں کوئی بات کی تو وہ رو پڑیں۔ پھر دوبارہ کچھ آپؓ کے کان میں فرمایا تو آپؓ ہنسیں۔ حضرت عائشہؓ نے آپؓ سے اس طرح رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری موت قریب ہے، مَیں روئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم میرے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے میرا ساتھ دو گی۔ تب مَیں ہنسی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس بات پر ہنسیں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریم بنت عمران کے بعد تم اہلِ جنّت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔

ایک روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید تکلیف کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ سینۂ مبارک سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ بیٹی رو نہیں، مَیں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا، یہی ہر فرد کے لئے ذریعۂ تسکین ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا: 'آپ کے لئے بھی؟' فرمایا: ہاں! اسی میں میری تسکین مضمر ہے۔

سامعین! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کے دوران بھی کچھ دن تکلیف اٹھا کر مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے رہے لیکن جب آخر میں مسجد آنے کی طاقت نہ رہی تو حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے عرض کیا: حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں مَیں نے پھر حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کہ خاموش رہو۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکرؓ سے کہو وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اھل العلم و الفضل احق بالامامة حدیث 679)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اور آپؐ کی وفات تک حضرت ابو بکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں کچھ آرام محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب من قام الی جنب الامام لعلة... حدیث 683)

حضرت مصلح موعودؓ اسی روایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لیے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی۔ پس آپؐ نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔“ کہتی ہیں کہ ”اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدتِ درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔“

(سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 506-507)

سامعین کرام! مرض بڑھتا گیا اور آخر وہ وقت آ ہی گیا جب رسولِ خداؐ کی روح دنیا کو چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کے آگے حاضر ہونے والی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس تیز ہونے لگا اور سانس میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا سر اٹھا کر اپنے سینہ کے ساتھ رکھ لو کیونکہ لیٹے لیٹے سانس نہیں لیا جاتا۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کا سر اُٹھا کر اپنے سینہ کے ساتھ لگا لیا اور آپؐ کو سہارا دے کر بیٹھ گئیں۔ موت کی تکلیف آپؐ پر طاری تھی۔ آپؐ گھبراہٹ سے بیٹھے بیٹھے کبھی اس پہلو پر جھکتے اور کبھی اُس پہلو پر اور فرماتے تھے۔ ”خدا بُرا کرے یہود و نصاریٰ کا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کے مرنے کے بعد اُن کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔“

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ تھے۔ یہ کہتے کہتے آپؐ کی آنکھیں چڑھ گئیں اور آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی، اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی میں عرشِ معلّی پر بیٹھنے والے اپنے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ یہ کہتے کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس جسم سے جُدا ہو گئی۔

(نبیوں کا سردارؐ از حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ صفحہ 224-225)

حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ اس وقت سُنح میں تھے یعنی سُنح مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ تو وہاں تھے نہیں حضرت عمرؓ موجود تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک و صاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں دکھائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے اور کہنے لگے اے قسم کھانے والے! ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ

بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا۔ أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ دیکھو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد تو یقیناً فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جس وقت ابو بکرؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھنی شروع کی تو میرے ہوش درست ہونے شروع ہوئے۔ اس آیت کے ختم کرنے تک میری روحانی آنکھیں کُھل گئیں اور مَیں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ تب میرے گھٹنے کانپ گئے اور مَیں نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔ وہ شخص جو تلوار سے ابو بکرؓ کو مارنا چاہتا تھا وہ اب ابو بکرؓ کے صداقت بھرے لفظوں کے ساتھ خود قتل ہو گیا۔ صحابہ کہتے ہیں اس وقت ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت ہمیں بھول ہی گئی تھی۔ اس وقت حسان بن ثابت جو مدینہ کے ایک بہت بڑے شاعر تھے یہ شعر کہا

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تُو تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اب تیرے مرنے کے بعد کوئی مرے۔ میرا باپ مرے، میرا بھائی مرے، میرا بیٹا مرے، میری بیوی مرے۔ مجھے اُن میں سے کسی کی موت کی پرواہ نہیں۔ میں تو تیری موت سے ڈرا کرتا تھا۔

یہ شعر ہر مسلمان کے دل کی آواز تھا۔ اس کے بعد کئی دنوں تک مدینہ کی گلیوں میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مسلمان بچے یہی شعر پڑھتے پھرتے تھے۔

(نبیوں کا سردار از حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ صفحہ 227)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"کتبِ احادیث اور تواریخ میں یہ روایت درج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھبرا گئے اور بعض سے تو بولا بھی نہ جاتا تھا اور بعض سے چلا بھی نہ جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور اپنی عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بعض پر تو اس صدمہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ چند دن میں گھل گھل کر فوت ہو گئے۔"

(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 345)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کامیابی اور خوشی کی موت تمام نبیوں سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ موسیٰؑ بھی کامیاب ہوئے لیکن موت نے اُن کو سفر میں ہی آگھیرا۔ دل میں تمنا ہو گی کہ اس سرزمین میں پہنچوں مگر وہ پوری نہ ہوئی۔ مسیح کی موت پر خیال کیا جاوے تو اس میں غائت درجہ کی ناکامی ہے۔ کُل بارہ حواری تھے کسی کو بہشت کی کنجیاں ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ نہ ملیں ..... خوشی اور کامیابی کی موت نصیب نہ ہوئی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں آنا اور پھر وہاں سے رخصت ہونا قطعی دلیل آپ کی نبوت پر ہے۔ آئے آپؐ اُس وقت جبکہ زمانہ ظھر الفساد فی البرّ و البحر کا مصداق تھا اور ضرورت ایک نبی کی تھی۔ ضرورت پر آنا بھی ایک دلیل ہے اور آپ اس وقت دنیا سے رخصت ہوئے جب اذا جاء نصر اللّٰہ کا آوازہ دیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے آپ کس قدر عظیم الشان کامیابی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 46-47 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :

”آپؐ کی زندگی کا ہر عمل، ہر فعل، آپؐ کی زندگی کا پل پل اور لمحہ لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپؐ مجسم رحم تھے اور آپ کے سینے میں وہ دل دھڑک رہا تھا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دل رحم کے وہ اعلیٰ معیار اور تقاضے پورے نہیں کر سکتا جو آپؐ نے کئے، امن میں بھی اور جنگ میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، روزمرہ کے معمولات میں بھی اور دوسرے مذاہب والوں سے کئے گئے معاہدات میں بھی۔ آپؐ نے آزادیٔ ضمیر، مذہب اور رواداری کے معیار قائم کرنے کی مثالیں قائم کر دیں اور پھر جب عظیم فاتح کی حیثیت سے مکّہ میں داخل ہوئے تو جہاں مفتوح قوم سے معافی اور رحم کا سلوک کیا، وہاں مذہب کی آزادی کا بھی پورا حق دیا۔.... ہزاروں دُرود اور سلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنے یہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے اور ہمیں بھی اس کی تعلیم عطا فرمائی۔“

(خطبہ جمعہ 10، مارچ 2006ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡